Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 8th Aug, 2024 | Accepted: 15th Dec, 2024 | Available Online: 31st Dec, 2024
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v16i02.394

جدید اُردو فکشن: خواندگی کی سیاست اور سوال کی موت

Modern Urdu Fiction: Politics of Literacy and the Asphyxiation of Critical Thinking

Dr. MUHAMMAD SOHAIL IQBAL[1] And Dr. MUHAMMAD RASHID IQBAL[2]
[1] Ph.D. Urdu Alumni, International Islamic University, Islamabad, Pakistan
[2] Assistant Professor, Government Islamia Graduate College, Kasur, Pakistan
Corresponding Author: Dr. Muhammad Sohail Iqbal (m.sohail1005@gmail.com)

ABSTRACT This study is a critical and textual analysis of Dr. Humera Ishfaq's short story, Ibne Suqrat and Shahid Siddiqui's novel Aadhay Adhoray Khab. The mentioned works have focused the vandalised education and deliberate aloofness of the political authorities in the third world countries. The teachers are the elevated platforms to offer the nations the stages where questions for awareness, vision and better life may be raised. It was for such enlightening questions that Aristotle, Socrates, Galileo, Giordano Bruno and Pythagoras had been made answerable by those powers who felt threatened because of education and enlightenment. It is because of Education and teachers that the individuals mature, societies improve and ultimately the nations progress. The anti-enlightenment forces, however, still try to resist education and the educationists because education removes that rust from the minds which frees the masses from blind traditionalism and confirmation. The current critical analysis, on one hand, elaborates the selected works and on the other hand; explores the prevailing causes of the collapse of education in the developing countries.

This article assesses the divisions and the relevant impressions of standard versus non-standard education systems. Education has the potential to enable and renovate societies, but its efficacy is liable to administrative policies. The responsibility lies with policy-makers to either elevate people through education or quash critical views by retaining imperfect education standards. This study also analyses how education policies shape societies, comparing approaches that prolong obsolete stereotypes.

Keywords: Dr Humera Ishfaq, Shahid Siddiqui, Teacher, Student, Education, Conscious, Question, Society, Transformation, Socrates, Nation, Enlightenment.

تعلیم انسانی ترقی کی منازل کا وہ زینہ ہے جس نے انسان کو سوال کرنے کا ایسا شعور عطا کیا ہے کہ جو آج کے دور میں ایک مہذب معاشرے کے لئے ضروری ہے اور انقلاب پیدا کرنے میں تعلیم اور سوال کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انسان نے ہر دور میں پڑھنے لکھنے کے طریقے ایجاد کیے، پتھر پر کندہ کی گئی تحریر سے لے کر آج پریس کے زمانے تک کا سفر تعلیم کا ہی مرہون منت ہے جس کے اثرات انسانی زندگیوں پر واضح طور پر ثبت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو اسے بے شمار زبانوں کا بھی ایک

OPEN ACCESS | CC BY NC
This work is licensed under a [Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)]

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

نظام عطا کیا، سلسلہ شروع ہوا جو وقتاً فوقتاً اپنی قوموں کو تبلیغ اور اصلاح کرتے، جن پر اللہ کی طرف سے صحیفے، احکامات اور آسمانی کتب بھی نازل ہوئیں جو انسانوں کے لیے علم و ادب اور شعور کا سرچشمہ تھیں۔ قرآن کی ابتدا بھی لفظ "اقرا" سے ہوئی اور اسی روش نے مستقبل میں استاد اور شاگرد کا روحانی رشتہ استوار کیا۔۱۸۵۷ میں برصغیر کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہت ہی تشویش ناک تھی جس کا حل صرف جدید مغربی معیاری تعلیم میں تھا۔ سر سید احمد خان نے نہ صرف تعلیمی معیار کو اہمیت دی بلکہ اس کے لیے ادارہ سازی بھی کی جس کے انتہائی مثبت اثرات سے کوئی بھی صاحبِ بصیرت انسان انکار نہیں کر سکتا۔ سر سید احمد خان کی معیاری تعلیم کی پالیسیوں کے بارے میں پروفیسر جیکولین آسٹن نے ادارہ برائے سماجی انصاف(CSJ)اور میر خلیل الرحمن سوسائٹی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی ایک تعلیمی کانفرنس میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

> "سر سید نے تعصب کا مقابلہ کرنے اور پسماندہ اقوام کو ترقی دلوانے کے لیے معیاری تعلیم کو ذریعہ بنایا۔ سر سید علم کی طاقت کو معاشرتی تبدیلی اور تعمیر نو کا ایک موثر ذریعہ سمجھتے تھے ۔انہوں نے ایسے اداروں کی بنیاد رکھی جو آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کا مینار بن گئے ۔انہیں پختہ یقین تھا کہ جدید سائنسی تعلیم کے حصول کے بغیر معاشرے میں ترقی نہیں ہو گی۔" (۱)

انسانوں کی اصلاح اور ان کے اندر شعور اور سوال پیدا کرنے کے لئے کسی راہ نما کی ضرورت پڑی تو اُس خلا کو استاد نے ہی پُر کیا۔ ایسا سوال جس کا تعلق شعور اور ادراک سے ہو۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے افسانہ "ابنِ سقراط" اور شاہد صدیقی نے اپنے ناول "آدھورے خواب" میں سوال اور تعلیم کی اہمیت کو ہی موضوع بحث بنایا ہے۔ اس لیے تعلیم اور سوال انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں جو بادشاہی نظام حکومت، آمریت، جاگیرداروں، وڈیروں، نوابوں اور نام نہاد حکمرانوں، غاصب قوتوں اور استعماری آقاؤں کے اقتدار کے لیے سنگین خطرہ ہیں۔ سٹیفن پی کوہن(Stephen P. Cohen)نے بھی ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

> " پاکستانی حکومت اور اشرافیہ، تعلیم کو اپنے لیے اور ریاست پر اپنے کنٹرول کے لیے خطرہ سمجھتی ہے۔انہوں نے اس جانب بھی توجہ دلائی کہ پاکستان کی ایک نسل ضائع ہو چکی ہے، جیسے ۲۰۰۲ء میں اصلاحاتی کاوشوں سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ ان کے الفاظ میں ایک نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ جنہیں رعایتیں نہ مل سکی تھیں، ہمیں سزا دینے کے مختلف طریقے تلاش کر رہے ہیں۔" (۲)

شخص جتنا تعلیم یافتہ ہو گا اُس کا کسی معاملہ، مسائل کے بارے میں بھی سوال اتنا ہی اچھا اور تہہ دار ہو گا جس سے عوام مخفی حقائق سے آشنا ہوتے ہیں اور نام نہاد ہتھکنڈے واہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے سوال کرنا سنجیدہ شعور کی علامت ہے جو کسی مسئلے کے پس منظر کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔ اگر کوئی صحافی امریکی صدر "بش" سے یہ سوال کرے کہ دنیا آپ اور آپ کے والد سے نفرت کیوں کرتی ہے؟ تو تعلیم یافتہ عوام سمجھ جائے گی کہ سوال کا سیاسی تاریخی سیاق وسباق کیا ہے۔ اس کی بہ جائے یہ سوال کیا جائے کہ

سر آپ پاکستان آئے، آپ کو پاکستان کیسا لگا؟ تو اس سوال میں کمزور ذہن، خوشامدی اور چاپلوس شخص عیاں ہوتا ہے۔ ارسطو، سقراط، گلیلیو جیورڈانو برونو اور فیثا غورث اپنے علم اور سوالات کی وجہ سے زیر عتاب ٹھہرائے گئے کہ اگر ان کے علم اور سوالات کا رستہ نہ روکا گیا تو چرچ اور پادریوں کا اقتدار اپنی اہمیت کھو سکتا ہے اس لئے ان کو عبرت کی مثال بنانا ضروری ٹھہرا۔ ایسا ہی مقدمہ ڈاکٹر حمیرا اشفاق کے افسانہ "ابن سقراط" میں زیر غور ہے جس میں فیصلہ جیوری نے کرنا ہے۔ آدھے لوگ سزائے موت دینے کے حق میں ہیں اور باقی عمر قید۔ لیکن پادری مذہب پر اپنی ڈوری کسی بھی طرح کمزور کرنے کے لئے تیار نہیں:

"اے بادشاہِ وقت! اس پر علم کی دیویاں قابض ہو چکی ہیں، اس نے علم کی اُن حدود کو چھونے کی کوشش کی ہے جہاں پر ادراک کے دروازے کھل جاتے ہیں۔" (۳)

شاہد صدیقی ایک ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ زبان پر بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ سے ہی تعلیم کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اپنے تعلیمی خیالات و نظریات کو بیان کرنے کے لیے ادبی صنف "ناول" کا سہارا لیا ہے۔ شاہد صدیقی نے بھی اس ناول میں علم کو انقلاب، سوال اور ادراک کا رستہ بتایا ہے جو غاصب قوتوں اور سامراجیت کے لیے ناقابل برداشت ہے جو سماج میں تبدیلی لانے کا موجب ہے۔ تعلیم اور سوال علم کی پہلی الجھن ہے وہ اپنے لیکچر کے دوران شاگردوں کو الجھن میں دیکھ کر یہی کہتے:

"علم کا پہلا زینہ اُلجھن ہوتی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ میں سے بہت سے لوگ اُلجھ رہے ہوں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لیکن زیادہ اُلجھنا بھی ٹھیک نہیں خواہش اپنا راستہ خود تراشتی ہے، منزل اپنی راہ کو خود جنم دیتی ہے اور تعبیر اپنا خواب خود چنتی ہے۔" (۴)

معیاری تعلیم کے ذریعے عوام اور سماج میں مثبت تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اس کی روشن مثال ہیں۔ یورپ اور مغرب تعلیم کے ذریعے ہی کائنات کو مسخر کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ تعلیم، نظریات، خیالات اور سوالات ہی کی بدولت یونان نے پوری دنیا میں اپنا نام پیدا کیا کیونکہ وہاں سوال کی موت کے امکان ختم ہوگئے ہیں۔ ارسطو، سقراط اور بقراط کے علم، نظریات اور سوالوں نے یونان کا نام آج تک زندہ رکھا ہوا ہے اور پوری دنیا نے اپنی استعداد کے مطابق ان مشاہیر ادب سے اپنے سماج میں انقلاب برپا کیا۔ اس لئے استاد، علم اور سوال کرنا ایسی خوبیاں ہیں جو انسانوں کی زندگیوں کو تبدیل کرنے اور باشعور بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن تیسری دنیا کے بیشتر ممالک اچھے استاد اور معیاری تعلیم کی نعمت سے کوسوں دور ہیں۔ ان ممالک میں حکومتوں نے انتہائی غیر مناسب تعلیمی معیار، تحقیق سے عاری نصاب، حقائق کو مسخ کرنے والا مواد، غیر ضروری موضوعات، کم فہم اساتذہ کی بھرتی، علاقائی زبانوں میں تعلیم، عملی تحقیق سے دور، دقیانوسی خیالات کی بھرمار، مغربی علم کے بارے میں پروپیگنڈا اور انگریزی نظام تعلم کا مذاق کو اپنی پالیسی بنا رکھا ہے، تاکہ عوام کے ذہن میں شعوری تبدیلی کی سوچ کا راستہ روکا جاسکے اور سوال کی پیدائش کے امکان ہی نہ ہوں کیونکہ معیاری تعلیم شعور اور سوال کرنے کی ضامن ہے جو تیسری دنیا کے حکمرانوں کے اقتدار کے لیے خطرہ ہے۔ کیونکہ علم سے انسان پر علم کی دیویاں قابض ہو جاتی ہیں۔ علم ہی ادراک کا راستہ ہے اور ان ممالک میں ان دروازوں کو کھولنے کی اجازت نہیں دی سکتی۔ یہ سوال بھی نہیں پوچھا جاسکتا کہ یہ دروازہ کیوں بند ہے؟ لیکن اگر سوال پیدا ہو جائے تو اس کو ابدی زندگی بھی مل جاتی ہے۔ سوال

کرنے والے کو قتل بھی کر دیا جائے تو سوال پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ سقراط کو زہر کا پیالہ پلانے والے کا نام کوئی بھی نہیں جانتا لیکن سقراط کو آج بھی ساری دنیا میں عزت و احترام حاصل ہے۔ ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا افسانہ اسی بات کی تائید کرتا ہے:

"اے شہنشاہ! سقراط نے بہت سے دلوں کو روشن کیا، ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ یونان کو اسی کی بدولت بہت شان و شوکت نصیب ہوئی، گستاخی معاف، ہمیں اور ہماری اس کابینہ کو تاریخ کے اوراق مسخ کر دیں گے مگر اس کی شخصیت اور خیالات ابد تک زندہ رہیں گے۔" (۵)

شاہد صدیقی کے ناول کا مرکزی کردار ایک پروفیسر سہارن رائے ہے جو طالب علموں کے لئے ایک مثالی استاد ہیں۔ کبھی کلاس میں کرسی پر نہیں بیٹھے۔ وہ ہر وقت مستعد رہتے ہیں اور چشم زدن میں ایک کونے سے دوسرے کونے اور ایک گروپ سے دوسرے گروپ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی کلاس میں سونے اور اکتاہٹ کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اپنی باشعور صلاحیت اور تعلیمی مہارت سے طالب علموں کے ذہنوں کی سوئی ہوئی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے ہنر میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کے درس و تدریس کا طریقہ بھی پُر تاثیر اور تجسس سے لبریز ہوتا ہے جو طالب علموں کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں موثر ثابت ہوتا ہے۔ کلاس کا آغاز بھی ایک سوال سے ہوتا ہے کہ اچھے استاد کی تعریف کیا ہے؟ ہر ایک کو سوچنے کے لئے دو منٹ وقف کرتا ہے۔ اس کے بعد طالب علموں سے مخاطب ہوتا:

"اب سر رائے صاحب چاک لے کر بورڈ کے پاس کھڑے ہو گئے اور ہمارے دیئے گئے پوائنٹس بورڈ پر لکھنے لگے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے استاد کے لئے مشکل مگر ضروری کام ہولڈبیک (Hold Back) کرنا ہوتا ہے تا کہ طالب علموں کو سوچنے کا موقع مل سکے۔ لیکن اکثر استاد بے صبری میں اپنا علم کلاس میں انڈیل دیتے ہیں اور طالب علموں کے دماغ بند تجوریوں کی طرح اَن کھلے رہ جاتے ہیں۔ علم کے کیسے کیسے ہیرے موتی بغیر استعمال کے زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔" (۶)

اصل معنوں میں انقلابی تبدیلی سماج میں تب ہی ممکن ہے جب مدرسوں، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اساتذہ کرام بھی اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ہوں جو طالب علموں کی زندگیوں کو انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے جوڑ سکیں۔ قابل اساتذہ کے بغیر تعلیمی اداروں کی حیثیت ٹک ٹوک اور فیک ویڈیوز کی سی ہے۔ انسانی زندگی میں بہتری صرف علم یا تعلیم کے نام پر دقیانوسی خیالات سے نہیں آ سکتی بلکہ اس سے سماج میں نفرت، فرقہ پرستی، لاقانونیت، علم کی تذلیل، طبقاتی کشمکش، حسد، دھوکہ دہی، لوٹ مار، جیسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں جن سے حکمران طبقہ خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور یوں ان کے خاندانوں کی نسل در نسل حکمرانی قائم و دائم رہتی ہے۔ لیکن ایک اہل علم اور باصلاحیت استاد طالب علموں میں غور و فکر کی ایسی عادت تخلیق کرتا ہے جو نام نہاد حکمرانوں اور سامراجیت کے جھوٹے اور مخفی حقائق کو بآسانی سمجھ جاتے ہیں۔ جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ اصل ادراک تک پہنچنے کا رستہ ہے جو سوال کرنے کی صلاحیت سے ہمکنار ہے:

"ماہرین تعلیم نے بڑے واضح اور پُرزور طریقے پر اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ جمہوری نظام کی بقا اور ایک صحت مند سماج کے قیام کی پہلی اور آخری شرط تعلیم کی ترویج و تبلیغ ہی ہے۔ کسی ملک کے سیاسی نظام میں رائے عامہ کی جتنی زیادہ اہمیت ہو گی رائے عامہ کو مثبت ڈھنگ سے سنوارنے اور اسے صحت مند رکھنے کی اتنی ہی ذمہ داری تعلیم یا دوسرے الفاظ میں تعلیمی اداروں کی ہو گی۔ اگر حیات انسانی کو بہتر کرنا ہے تو اس عظیم کام میں معتبر امداد تعلیم اور صرف تعلیم ہی سے مل سکتی ہے۔"(۷)

ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا افسانہ "ابنِ سقراط" ایسا فن پارا ہے جس میں تعلیم، استاد اور سوال کی ایک طویل روایت کو بیان کیا ہے جس کا آغاز سقراط سے ہوتا ہے لیکن یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ موجودہ دور میں ابن سقراط کوئی بھی شخص، استاد اور دانشور ہو سکتا ہے جو حکومتوں کے اوچھے ہتھکنڈوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کرے۔ عوام میں سوال کرنے کی عادت پیدا کرے، سیاست پر عمدہ کتاب لکھ کر عوام میں سیاسی شعور پیدا کرے، ذرائع آمدن پر قابض قوتوں کی نشاندہی کرے، حاکم وقت سے ٹکرانے کی کوشش کرے جو ان کے اقتدار کے لئے خطرہ بنے تو ایسے ابن سقراط، اساتذہ کرام اور دانشوروں کو عبرت کی مثال بنانے کے لیے حکومت کے پاس بہت سے ذرائع ہوتے ہیں۔ ایسے ابنِ سقراط پر سب سے پہلے مذہب مخالف ہونے کا الزام آراستہ کیا جاتا ہے تاکہ عوام کوئی اور بات سننے کے لئے تیار ہی نہ ہو اور پھر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر زمین ساکن ہے تو کیوں عوام کو بتایا جائے کہ زمین گھومتی ہے:

"ہم آپ کے خیالات کی عزت کرتے ہیں، آخر وہ آپ کے استاد تھے۔ مگر ابھی آپ طفلِ مکتب تھے شاید یہ بھول بیٹھے ہیں کہ اُس نے شہنشاہیت کے ساتھ کس قدر ٹکر لینے کی کوشش کی تھی، اُس کے خیالات نے یونان کی گلیوں میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی تھی، شاہی فرمانوں کی وُقعت ایک تنکے کے برابر رہ گئی تھی، وہ بادشاہ سے بڑا بادشاہ بن کر اُبھر رہا تھا، اس لیے اُس کا انجام عوام کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔"(۸)

اچھے استاد کے لیے سب سے ضروری ایک اچھا دماغ ہے کیونکہ ایک اچھا ظروف ساز یا مصور سب سے پہلے ذہن میں برتن کے خدوخال بناتا ہے، اس کے بعد اس کو عملی شکل دینے کے عملی اقدامات کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مصور نے اس پر کتنی محنت کی ہے، مصور کو اپنے کام پر کتنی مہارت ہے اور اپنے کام سے کتنا پیار ہے۔ اسی لیے ایک اچھے استاد کے لیے طالب علموں سے مخلص، جدید نظریات کا مطالعہ، تعلیمی مہارتوں پر عبور، کتاب سے رغبت، نئے رجحانات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ ایک اچھے استاد کے لیے اپنے ملک کی سیاست کا بھی وسیع مطالعہ ہونا چاہیے تاکہ وہ جان سکے اور طالب علموں کو بتا سکے کہ ان کے راہ نما ان کی بہتر زندگی کے لیے تعلیم کے میدان میں کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ حکمران عوام کو صرف نعرے بازی تک ہی محدود کر دیں۔ کیونکہ کسی قوم کو پست رکھنے میں بھی ناقص تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کے نام پر اربوں روپوں کی کرپشن کی جاتی ہے، نئی یونیورسٹیوں کے قیام کا خواب دکھایا جاتا ہے، عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے متاثر کن نعرے تخلیق کیے جاتے ہیں اور بتایا جاتا

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

ہے کہ جو شخص اپنا نام لکھ اور پڑھ سکتا ہے وہ تعلیم یافتہ ہے۔ نصاب پڑھانے کے لیے علاقائی زبانوں کے میڈیم کو استعمال کیا جاتا ہے جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک اچھا خاصا تعلیم یافتہ شخص اور ان پڑھ شخص کے ذہن میں کوئی فرق نہیں رہتا اور اس میں صرف اور صرف نام نہاد حکمران کا فائدہ ہے۔ شاہد صدیقی نے ناول میں اچھی اور ناقص تعلیم کی خوبیوں خامیوں کو بیان کرنے کرنے کے لئے Paulo Freire کے نظریات کو بھی اپنے ناول کا حصہ بنایا ہے کہ کیسے تعلیم سماج میں تبدیلی اور سوال کا ذریعہ بنتی ہے:

> "آج کل فنکشنل لٹریسی پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جا رہا ہے لیکن معاشرے میں تبدیلی کے لیے کرپٹیکل لٹریسی کی ضرورت ہے۔ پولو فریرے Paulo Freire جیسے لوگوں نے ثابت کیا ہے کہ لٹریسی کو معاشرے میں تبدیلی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی تعلیم کے کرپٹیکل پہلو سے دلچسپی ہے۔ ایک ایسی تعلیم جو نیوٹرل اور Passive نہ ہو بلکہ معاشرے کے دل میں دھڑک رہی ہو۔ میں نے کہا کہ تعلیم اور آئیڈیالوجی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ تعلیم ایک قوم کو سلا بھی سکتی ہے اور بیدار بھی کر سکتی ہے۔ یہ معاشرے کی سماجی اور معاشی تفریق کو بڑھا بھی سکتی ہے اور کم کرنے میں بھی معاون بھی ثابت ہو سکتی ہے۔" (۹)

یہ درست ہے کہ تعلیم کسی بھی قوم کو سلا بھی سکتی ہے اور بیدار بھی کر سکتی ہے۔ اب یہ صرف حکمرانوں کی پالیسیوں پر ہی منحصر ہے کہ وہ اپنی قوم کو سلاتے ہیں یا بیدار کرتے ہیں۔ کس ملک کے حکمران اپنی قوم کو ناقص تعلیم دے کر عوام کے ذہن کو ہمیشہ کے لیے دقیانوسی خیالات میں دفن کر دیں اور کس ملک کے حکمران اپنی قوم کو اچھی تعلیم دے کر ستاروں کو بھی اپنے پاؤں کی گرد بنا دے۔ کون مریخ اور خلا کو مسخر کرتا ہے؟ کون کرونا ویکسین پہلے بناتا ہے؟ ڈاکٹر ذاکر حسین بیان کرتے ہیں:

> "استاد کی کتاب زندگی کے سرورق پر "علم نہیں لکھا ہوتا" محبت کا عنوان ہوتا ہے۔ اسے انسانوں سے محبت ہوتی ہے، سماج جن خوبیوں کا حامل ہے ان سے محبت ہوتی ہے۔" (۱۰)

جن ممالک میں بادشاہی نظام، آمریت اور آمرانہ رویے ہیں وہاں عوام کی تعلیمی حالت اور بھی دگرگوں ہے۔ تیسری دنیا کے بیشتر مسلم ممالک کی صورت حال تعلیم کے میدان میں انتہائی تشویش ناک ہے۔ کیونکہ ناقص تعلیم حکمرانوں کے پائیدار اقتدار کا باعث ہے۔ ایسی تعلیم سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر جیسی صلاحیتوں سے قاصر ہوتی ہے۔ لائق اور باصلاحیت اساتذہ کا تقرر نہیں ہوتا ہے، بلکہ اگر کوئی ایسا اساتذہ خوش قسمتی سے آ ئے بھی جائے تو بہت جلد اُس کے خلاف ایک ایسی لابی تیار ہو جاتی ہے کہ وہ یا تو کسی بڑی مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے یا خود کسی بڑے خطرے کو بھانپ کر تعلیم سے اپنا ناطہ توڑ کر کسی اور شعبے میں قسمت آزمائی کرتا ہے۔ اگر کوئی لائق استاد کسی یونیورسٹی میں کسی کی تعلیمی کرپشن کو بے نقاب کرے تو اس کی بات کو سنا نہیں جاتا بلکہ تعلیمی کرپشن پر آواز اٹھانے والے استاد ہی کو نوکری سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ جن ممالک کی تعلیم وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہوتی وہاں بے روزگاری کے خونی پنجے بہت مستحکم اور بے رحم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ناقص تعلیم یافتہ کو نہ تو اپنے ملک میں کوئی باعزت روزگار حاصل ہوتا ہے بلکہ بیرون ملک میں تو اس

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہی سوال کی موت کا عمدہ طریقہ ہے۔لائق اساتذہ پر ہمیشہ منفی پروپیگنڈہ، مذہب مخالف اور غدار ہونے کا الزام عائد کیا جاتا ہے کیونکہ حکمران طبقہ اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ ہماری یہ باتیں عوام کے ذہنوں پر ایک نشہ کا سا اثر کریں گی اور اس طرح ہماری جیت بآسانی ہو سکے گی۔ ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے اسی فضا کو اپنے سیاسی علامتی افسانے "ابنِ سقراط" میں بیان کیا ہے۔ابنِ سقراط پر بھی علم کی دیویاں قابض ہو گئی تھیں اس لئے اس کو سزا دینا ضروری تھا۔وزیروں کی دلیل میں کیسے کوئی شک کرتا کہ اگر زمین گھومتی تو ہم سب بھی تو گھوم رہے ہوتے، آس پاس کی ساری اشیا بھی تو گھومتی نظر آتیں۔ حکمران طبقے کا جوابی پروپیگنڈہ ایسا ہی موثر ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے اساتذہ کو سزا دینا ضروری ہے کیونکہ اس نے اُس دروازے پر دستک دی ہے جس کی طرف جانے کی بھی ممانعت ہے:

> "اب ایک آٹھ کے فیصلے سے ابنِ سقراط کے جرم کا فیصلہ ہو چکا تھا، بادشاہ نے کہا، عمر قید بھی اس مسئلے کا حل نہیں کیونکہ یہ زندہ رہا تو دوسروں کو ان سوالوں پر اُکساتا رہے گا جن کا جواب ہمارے پاس نہیں ہے، کتنوں کو موت کے گھاٹ اُتاریں گے، اس لیے اس کی موت ضروری ہے تاکہ سوال کی موت ہو۔" (۱۱)

شاہد صدیقی کے ناول کا مرکزی کردار سہارن رائے بھی ایک ایسا استاد تھا جو لائق، اہل علم اور باصلاحیت تھا، جو زنگ آلود طالب علموں کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں مصروف عمل تھا۔ اپنے طالب علموں کو دنیا کے ترقی یافتہ اقوام کے برابر لانا چاہتا تھا، جو جدید نظریات کا پرچار کرتا تھا تاکہ ذہنوں پر چھائی صدیوں پرانی کائی کو ہٹایا جاسکے، جس کی تہہ سے ایک ایسا سماج برآمد ہو گا جو امن کا گہوارہ ہو گا، جہاں نفرتیں نہیں ہوں گی، حسد کا کوئی کام نہیں ہو گا، دھونس، دھمکی، کینہ، غنڈہ گردی، دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، بم بارود اور وحشت کا نام ونشان نہیں ہو گا۔ جہاں پر عوام ہر طرح کی غلامی کا طوق توڑ دیں گے۔ جہاں صرف "خلقِ خدا" حکمران ہو گی۔ نام نہاد سامراجیت کی پہچان بآسانی ہو سکے گی جو عوام کش پالیسیاں بناتے ہیں اور عوام کو گھٹن زدہ ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔عام لوگوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہے۔ عوام کو متاثر کن نعروں کے نام پر چینی جیسی میٹھی گولی کھلائی جاتی ہے جو مستنصر حسین تارڑ کے "نئے آدم" کی موت کا سبب بنتی ہے۔ استاد ایک ایسا سماج چاہتا ہے جہاں علم وادب سے محبت ہو، جہاں لوگوں کی جیبوں میں قلم ہو اور جب یہ قلم کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کا قلم، کلاشنکوف، بم یا آتشی اسلحہ رکھنے سے زیادہ سنگین جرم نہ ہو، اساتذہ کو رسوا نہ کیا جائے، عوام کو باشعور بنانے پر ہتھکڑیاں نہ پہنائی جائیں، حراست میں نہ رکھا جائے۔ عوام کے لیے لکھی گئی اساتذہ کی کتب جرم تصور نہ کی جائیں اور ایسا سماج جہاں پر استاد کو دیکھ کر جج بھی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جائے۔ لوگوں کو اپنے حقوق کا پتا ہو، لوگ آواز اٹھانا جانتے ہوں، سوال کرنا جانتا ہوں، سہارن رائے بھی ایک ایسا ہی سماج چاہتا تھا لیکن پھر اچانک ایک فون کال آگئی:

> "میرے ایک شاگرد نے جو آج کل پولیس کے ایک اہم عہدے پر فائز ہیں فون کیا ہے اور مجھے محتاط رہنے کا کہا ہے "سر! براہ مہربانی آپ محتاط رہیں، میں نے آپ کا نام اس فہرست میں دیکھا ہے جو حکومت کا پہلا نشانہ ہوں گے۔" (۱۲)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

استاد اور معیاری تعلیم کی ضرورت تیسری دنیا کو آج کے دور میں سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ آج کے دور میں آمرانہ رویے تیسری دنیا کے سادہ دل عوام کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہیں، یہ خطرہ اس لیے سنگین ہے کہ یہ استاد اور علم کی موت چاہتے ہیں تاکہ سوال کی موت ہو سکے۔ تیسری دنیا کے ممالک کی عوام نے اگر ان شاطروں کی استاد اور علم دشمنی پالیسیوں کو مسترد نہیں کیا تو مستقبل میں عوام کی زندگی صرف ایک جانور کی سی ہوگی جہاں چاہو لے جاؤ، رکھو، بیچ دو، مار دو۔ ابدی غلام جو مسولینی کے مظالم سے بھی کہیں زیادہ ہولناک اور بھیانک ہوگی۔ اس ساری داستان کے پس منظر کو "ثقافتی گھٹن اور پاکستانی معاشرہ" میں بھی پڑھا جا سکتا ہے:

> "وہ صرف اس لئے عیش کر رہے ہیں کہ قوم جاہل ہے۔ چونکہ ایلیٹ کلاس جو سول۔۔۔ بیوروکریسی پر مشتمل ہے اور اس کے ڈانڈے اس ملک کے فیوڈل کلاس سے جڑے ہیں، وہ خود اپنی جگہ پر جدید طرز زندگی کے سارے لوازمات سے لطف اندوز ہوتے ہیں، لیکن میڈیا، تعلیمی نصاب اور قومی پالیسیوں کے ذریعے ان کی بھرپور کوشش ہے کہ عوام قدیم، رجعت پسند اور متروک نظریات کے شکنجے سے ہرگز آزاد نہ ہونے پائیں۔" [۱۳]

ابنِ سقراط کی سزا کا فیصلہ ہو چکا تھا، دربان حاضر ہوتا ہے جس کو سقراط کو اندر لانے کا حکم ملا ہے۔ زنجیروں میں جکڑا ابنِ سقراط پُر سکون چہرے کے ساتھ جیوری کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ بہت ساری سزائیں تجویز ہونے لگیں سنگسار کیا جائے، جلا دیا جائے، دو ٹکروں میں تقسیم کیا جائے۔ اتنی سخت سزائیں دینے پر بھی جیوری کو لگ رہا تھا کہ سوال کو کچلا نہیں جا سکے گا۔ اس لیے سزا سرِعام موت کے گھاٹ اتارنے پر منتج ہوئی، ابنِ سقراط کو عوام کے حوالے کرنے پر بھی غور و فکر ہوا۔ لیکن جب وزیر نے کہا کہ عوام کے پاس آنکھیں ہیں وہ اس کو کیوں مارے گی تو شہنشاہ معنی خیز جواب دیتا ہے:

> "بادشاہ نے اٹل انداز میں کہا: ہاں عوام کے پاس آنکھیں ہیں لیکن ہم نے اُن کی روشنائی ان کے دماغوں تک پہنچنے ہی نہیں دی۔ کوئی آخری خواہش ابنِ سقراط؟" [۱۴]

تیسری دنیا کے اکثر ممالک ایسی صورت حال سے دوچار ہیں۔ جہاں عوام کی پسماندگی میں معیاری تعلیم، نصاب اور اچھے اساتذہ کا نہ ہونے کا اہم کردار ہے۔ اور اس صورت حال سے نکلنا بھی بہت ضروری ہے لیکن اس سے نکلنے کے لئے معیاری تعلیم ہی واحد راستہ دکھائی دیتی ہے۔ تعلیم ہی سماج میں ایک مستحکم اور دائمی انقلاب کی ضامن ہو سکتی ہے۔ پروفیسر سہارن رائے بھی اپنے طالب علموں کو ایسی ہی حقیقتوں سے آشنا کر رہے تھے جس کے لیے سہارن رائے کو اپنی جان کی قیمت ادا کرنا پڑی:

> "میں نے جلدی سے ٹی وی آن کیا۔ ملک کے مشہور ٹی وی چینل پر خبر آ رہی تھی۔ وقفے وقفے سے پروفیسر رائے کی وہ تصویر دکھائی جا رہی تھی جس میں اُن کے لمبے بال خون میں بھیگ کر چہرے سے چمٹ رہے تھے۔ اُن کی پیشانی پر پولیس کی لاٹھیوں سے گہرے

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

گھاؤ آئے تھے۔ وہ بے ہوش تھے۔۔۔ آخری اطلاع کے مطابق انہیں ICU میں رکھا گیا تھا" (۱۵)

تعلیم کی سیاست کے اثرات کو ان الفاظ میں مرتب کیا جاسکتا ہے:

۱۔ معیاری تعلیم سے ہی حقیقی انقلاب ممکن ہے۔ اس کے بغیر قومی ترقی ناممکن ہے۔

۲۔ غیر معیاری تعلیم سے کسی بھی قوم کے ذہن کو سلانا بہت آسان ہوتا ہے۔

۳۔ معیاری تعلیم سے ہی مثبت مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ ناقص تعلیم معاشی عدم مساوات اور طبقاتی کشیدگی اور تصادم کو جنم دیتے ہیں اور اشرافیہ نہیں چاہتے کہ معاشی اور سماجی ناہمواریاں ختم ہوں۔

۵۔ تعلیم کو اگر سامراجی قوتوں بطور ہتھیار استعمال کر سکتے ہیں تو تعلیم مزاحمت کے طور پر بھی استعمال ہو سکتی ہے۔

۶۔ کتاب پڑھنے کی لذت اب اساتذہ میں ختم ہو گئی ہے۔

۷۔ اگر سب کچھ پہلے سے لوح محفوظ پر لکھا جا چکا ہے تو کیا تیسری دنیا میں ناقص تعلیم اور اس کے سبب معاشی پسماندگی بھی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

۸۔ خواندگی کی سیاست کسی بھی قوم پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ تیسرے دنیا کے مسلم ممالک میں خواندگی کا مقصد صرف اور صرف اپنا نام لکھنا اور پڑھنے کی حد تک ہے جس سے فیوڈل کلاس کے لیے عوام پر حکمرانی کا عمل اور گہرا ہو جاتا ہے اور یوں غلامی کا طوق ساری زندگی کی قسمت بن جاتا ہے۔

۹۔ اچھا استاد کون ہے؟ جو کلاس میں پڑھائے بغیر طالب علموں کو A گریڈ دے یا جو علم، مہارت، ٹیکنیک ، مکالمہ نگاری کی مہارت، کیمونیکیشن ، سبجیکٹ نالج، طریقہ تدریس میں اچھا ہو؟

۱۰۔ علم، طریقہ تدریس اور طالب علموں کے ساتھ اچھا رویہ ہی ایک اچھے استاد کے تین رخ ہیں۔

۱۱۔ تعلیم اور معاشرے میں ربط ضروری ہے۔

۱۲۔ کسی قوم کی ترقی کشادہ سڑکوں اور بلند و بالا عمارتوں سے نہیں بلکہ صحت، معیاری تعلیم اور آزادی اظہار رائے میں ہے۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے افسانہ "ابنِ سقراط" اور شاہد صدیقی نے اپنے ناول "آدھے ادھورے خواب" میں استاد، معیاری علم اور سوال کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ علم سے ہی سماج میں مثبت بہتری لائی جاسکتی ہے۔ اچھے استاد اور معیاری تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے تیسری دنیا کے بہت سے ممالک کی عوام کی زندگی حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ ایلیٹ کلاس، فیوڈل طبقہ اور حکومتیں ایسی پالیسیاں تیار کرتی ہیں جو ساری زندگی عوام کو رجعت پسند اور دقیانوسی خیالات اور نظریات کی بھینٹ چڑھائے رکھے۔ سیاسی سماجی معاملات کے درست

حقائق تک ایسی عوام کے ذہنوں میں کبھی کوئی بات داخل نہیں ہو پاتی۔ تمام غیر ملکی دانشور مذہب اور ملک کا دشمن قرار دیے جاتے ہیں تا کہ ان کی تحریروں، انٹرویوز اور کتب کا مطالعہ نہ کریں۔ حکومتوں کی ساری کوشش اور بجٹ اس پر خرچ کیا جاتا ہے کہ ہم کیسے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر عوام کو اندھیرے میں رکھ سکتے ہیں۔ ایسے معاشروں اور ملکوں میں صرف مشینی استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام کو سوچ دینے، سوال کرنے، معیاری تعلیم پر اکسانے، تعلیم اور معاشرے کا تعلق عوام سے جوڑنے، سیاسی سمجھ بوجھ سے آشنا کرنے اور ملکی اداروں کی خود مختاری کا خواب عوام کو دکھانا ملک سے بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے ایسے اساتذہ کرام کو سخت سے سخت سزائیں دی جاتی ہیں، اغوا کیے جاتے ہیں، بھوئیں، مونچھے اور سر کے بال کاٹ دیے جاتے ہیں، ہونٹ اور دانت توڑ دیے جاتے ہیں اور ایسا تشدد کیا جاتا ہے کہ تشدد کے بعد ان میں سے بعض اپنے عزیز طالب علموں کو تو کیا اپنے خونی رشتوں کی پہچان بھی حافظے سے محو ہو جاتی ہے۔ اگر اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی کوئی کسر رہ جاتی ہے تو ابنِ سقراط اور پروفیسر سہارن رائے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تا کہ سوال کی موت ہو جائے۔ استاد اور سوال کی موت کا جو سلسلہ سقراط سے شروع ہوا تھا وہ آج اکیسویں صدی میں بھی ہنوز جاری ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ جیکولین آسٹن، پروفیسر، سرسید تعلیم کانفرنس"مشمولہ: روزنامہ جنگ، لاہور، ۲۴ جولائی ۲۰۲۱ء، ص، ۱۱

۲۔ سٹیفن پی کوہن، پاکستان کا مستقبل، مترجم، ہما انور، جمہوری پبلیکیشنز، سن، ۲۰۱۱ء، ص، ۴۲

۳۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، کتبوں کے درمیان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور سن، ۲۰۱۹ء، ص، ۱۲۶

۴۔ شاہد صدیقی، آدھے ادھورے خواب، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص، ۱۷

۵۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، کتبوں کے درمیان، ص، ۱۲۸

۶۔ شاہد صدیقی، آدھے ادھورے خواب، ص، ۳۶، ۳۵

۷۔ مسعود الحق، تعلیم، سماج، استاد، حرا پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، ص، ۲۲

۸۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، کتبوں کے درمیان، ص، ۱۲۸

۹۔ شاہد صدیقی، آدھے ادھورے خواب، ص، ۴۲

۱۰۔ ذاکر حسین، ڈاکٹر، تعلیمی خطبات، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ جامعہ نگر، دہلی، ۲۰۱۲ء، ص، ۱۰۷

۱۱۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، کتبوں کے درمیان، ص، ۱۳۰

۱۲۔ شاہد صدیقی، آدھے ادھورے خواب، ص، ۹۱

۱۳۔ ارشد محمود، ثقافتی گھٹن اور پاکستانی معاشرہ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص، ۲۰، ۲۱

۱۴۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، کتبوں کے درمیان، ص، ۱۳۱

۱۵۔ شاہد صدیقی، آدھے ادھورے خواب، ص، ۱۳۰

References in Roman Script:

1. Jacqueline Austin, Professor, ''Sir Syed Taaleem Conference)‘‘ Mazmoon) Mashmola: roznama jang, Lahore, 24 July, 2021, P. 11
2. Stephan p Kohan, Pakistan ka mustaqbil, mutarjam: Huma anwar, Jamhori Publications, 2011, P. 42
3. Humera Ishfaq, Dr., Katboon key Darmiyan, Sang-e-meel, publication, Lahore, 2019, P. 126
4. Shahid Siddiqui, Aadhay Adhoray Khab, National Book Foundation, Islamabad, 2016, P. 17
5. Humera Ishfaq, Dr., Katboon key Darmiyan, P. 128
6. Shahid Siddiqui, Aadhay Adhoray Khab, P. 35, 36
7. Masood ul Haq, Taaleem, samaj, ustad, Hira publications, New Delhi, 2002, P. 22
8. Humera Ishfaq, Dr., Katboon key Darmiyan, P. 128
9. Shahid Siddiqui, Aadhay Adhoray Khab, P. 42
10. Zakar Hussain, Dr., Taaleem Khutbaat, jamah limited, Dehli, 2012, P. 107
11. Humera Ishfaq, Dr., Katboon key Darmiyan, P. 130
12. Shahid Siddiqui, Aadhay Adhoray Khab, P. 91
13. Arshad Mahmood, Saqafity Ghutan aur Pakistani mashra, Fiction House, Lahore, 2019, P. 20, 21
14. Humera Ishfaq, Dr., Katboon key Darmiyan, P. 131
15. Shahid Siddiqui, Aadhay Adhoray Khab, P. 130

Dr. Muhammad Sohail Iqbal completed his Ph.D. in Urdu from the International Islamic University, Islamabad, Pakistan. He has authored 15 articles in esteemed journals. His current research interests include thematic and structural analyses in Urdu fiction and prose.

Dr. Muhammad Rashid Iqbal is an Assistant Professor in the Department of Urdu at Government Islamia Graduate College, Kasur, Pakistan. He earned his Ph.D. in Urdu from Punjab University, Lahore, Pakistan, specializing in Fiction. He has authored 14 articles and received a Gold Medal for his academic achievements. His research interests include cultural and literary aspects of Urdu fiction.